مولانا یحییٰ نعمانی' انڈیا

بے حیائی کا سیلاب اور اسلامی ہدایات

قرآن نے اور اسلام نے ہر اس طریقہ اور نظریہ کو جو بنیادی طور پر خالق کائنات کی طرف سے اتارے ہوئے علم کے خلاف ہو ''جاہلیت'' کا بلیغ نام دیا تھا۔ عہد نبوی میں اسلام سے پہلے کے زمانے کے لیے جب عرب نور اسلام کے بغیر زندگی گزارا کرتے تھے یہی ''عہد جاہلیت'' کی اصطلاح رائج ہوئی۔ ہم جیسے کمزور ایمان والوں، اور کم علموں کے لئے آج بھی یہ اصطلاح حیرت آمیز یقین واطمینان کا باعث بن رہی ہے۔ عالم انسانیت کا ایک عجیب ہوش ربا اور حیران کن منظر ہے کہ علم وعقل اور تہذیب کے ہزار دعووں کے باوجود انسانی عقل اور اس کے اخلاق وتہذیب اس قدر اضطراب وکشمکش اور داخلی تضادات سے دوچار ہیں کہ انسان کو ہر پل کروٹیں بدلنے کے باوجود کسی طرح سکون اور یقین حاصل نہیں ہو رہا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر بصیرت حاصل ہوتی ہے کہ یہ جاہلیت کی اصطلاح کس قدر بامعنی اور حقیقت کے مطابق ہے۔

فحش آرٹ اور فلموں کی شکل میں پوری دنیا میں جو اخلاق سوز طوفان لگاتار بڑھتا جا رہا ہے۔ وہ بسا اوقات غیر مسلموں کو بھی مجبور کرتا ہے کہ وہ فطرت انسانی سے اس بغاوت پر کچھ روک لگائیں، ان کی فطرت کے احساسات بھی جراحت محسوس کرتے ہیں، ان کا ضمیر بھی بے چین ہو اٹھتا ہے، اور ان کی اخلاقی حس بھی اس گند کو برداشت کرنے سے انکار کر دیتی ہے۔ آج کل غلاظت کدۂ امریکہ میں بھی کسی درجہ میں ایسی آوازیں اٹھنی شروع ہو گئی ہیں، حتی کہ اب الکشن تک میں یہ موضوعات زیر بحث آنے لگے۔ مگر اس بے حیائی اور انسانیت سوز اخلاقی فساد سے لڑنے کیلئے جو مضبوط علمی و فکری اور اخلاقی بنیاد درکار ہے وہ ان حضرات کے پاس نہیں ہے۔ جو حضرات آخری درجہ کی بے حیائی کے خلاف چیں بجبیں ہیں وہ اس سے کم درجہ کی بے حیائیوں کو اب تک برداشت کرتے ہی نہیں آئے بلکہ اس کو قبول کرتے آئے ہیں، تو آخر کسی آخری درجہ پر آکر کس علمی دلیل اور متعین اخلاقی اصول و پیمانے کی وجہ سے وہ رک گئے؟ اور اس کی مخالفت پر اتر آئے ہیں۔ گندی فلموں اور اخلاق باختہ لٹریچر کی غلاظت بڑھتی رہی اور معاشرہ جنسی ہیجانیت کا شکار ہوتا رہا، ہر نئے مرحلے پر آپ چونکتے ہیں، ہر نئی بے حیائی پر اظہار ناراضگی کرتے ہیں، مگر آخر کار اس کو برداشت کر لیتے ہیں اور دھیرے دھیرے اس کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اب اس کی کیا ضمانت ہے کہ کل آپ اس کو بھی برداشت نہ کر لیں گے، اور اعتراض کرنے والوں کو ''زمانے کا چلن'' اور ''آزادی'' کے نام پر اس کا جواز نہیں بتلائیں گے۔

یورپ اور امریکہ میں بھی اسی طرح رفتہ رفتہ معاشرہ اس سیلاب میں ڈوبتا گیا، اور کچھ کچھ ہمارے یہاں بھی یہی صورت حال ہے۔ آخر کیا سبب ہے کہ دین دار مسلمانوں کے علاوہ کوئی بے حیائی اور ننگے پن سے آگے بڑھ کر جنسی وحشانیت کے حدود میں داخل ہو چکے اس سیلاب کے سامنے کچھ بھی رک نہیں پا رہا۔ غیر مسلم مشرقی معاشرے اپنی اخلاقی اقدار کھو چکے ہیں، وہ نیوڈزم میں مغرب سے پیچھے ضرور ہیں مگر ان کا راستہ بعینہ وہی ہے جس پر امریکی و یوروپی معاشرے رواں دواں ہیں۔ تمام مشرقی قومیں اس راستہ پر بھاگی چلی جارہی ہیں، ان کی تہذیب و معاشرت، اور کلچر و ادب اور فن کے بدن پر سے یکے بعد دیگرے کپڑے اترے جارہے ہیں ہیجان خیزی اور غلاظت تھیٹر سے نکل کر کلبوں، اسکولوں، کالجوں، سڑکوں کے راستہ گھروں کے اندر داخل ہو چکی ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ ہر سطح پر اور جگہ انسانی ضمیر اس صورتِ حال پر بے چینی محسوس کرتا ہے اور اس کو شرم ناک سمجھتا ہے کیا وجہ ہے کہ آخر کار ہر معاشرہ دھیرے دھیرے ان چیزوں کو برداشت کر لیتا ہے؟ سوال یہ ہے کہ لگاتار پسپائی کی وجہ کیا ہے؟......... مسلمان ہی نہیں دنیا کے بے شمار لوگ اس جنسی انارکی اور فاحشہ گری کو انسان اور انسانی تہذیب و اخلاق کے لئے آخری درجہ تباہ کن اور ہزار ہا ہزار بگاڑوں کا سرچشمہ جانتے ہیں، لیکن دنیا کی ساری قومیں اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے علاوہ کسی نظریہ اور تہذیب کے پاس وہ علم نہیں جس سے وہ صحیح راستہ کی طرف رہنمائی حاصل کر سکیں۔ اس وقت دنیا میں جو فساد و بگاڑ اور بے حیائی کی خباثت عام ہے اس کے فروغ دینے کے لیے مفسدوں کے لشکر موجود ہیں، جن کے پاس ہیجان خیزی اور بھڑکیلی ترغیب کا وہ اسلحہ ہے جس کو آپ چھین سکیں تو چھین سکتے ہیں، مگر اگر آپ چاہیں کہ وہ ان کے ہاتھوں میں آزادی فکر و عمل کے نام پر رہنے دیں اور کوئی ایسی اخلاقی ڈھال یا ضمیر و باطن کی دفاعی طاقت پیدا کر لیں جس سے انسانی تہذیب ذبح ہونے سے بچ جائے تو یہ صرف ایک مضحکہ خیز حماقت ہو گی اور کچھ نہیں۔ آپ چاہیں کہ زہر کے انجکشن بھی لگتے رہیں اور آپ اس کو نہ روکیں اور جواہر مہرہ اور 'تریاق القلوب' قسم کی کچھ دوائیں زندگی اور صحت بچالیں تو یہ کبھی ہونے والی چیز نہیں۔

مگر ان مفسدوں اور بگاڑ کے لشکروں سے زہر کے یہ انجکشن چھیننا تو دور کی بات ہے آپ کے پاس تو ایسا کوئی طاقت ور نظریہ یا اخلاقی اصول بھی نہیں جس سے آپ کم از کم لوگوں کو اس بے حیائی سے ذہنی طور پر ہی بیزار کر سکیں۔ یہ بے حیائی اور گندگی انسانی فطرت اور اخلاقی حس کے خلاف ہیں، اور سوائے ان چند لوگوں کے جن کی فطرت بالکل ہی مسخ ہو چکی ہے، مشرق ہی نہیں مغرب میں بھی انسانی ضمیر اس پر کچھ نہ کچھ پریشان ضرور ہے۔ لیکن یہ اخلاقی حس، فطرت اور ضمیر کی آواز کوئی ایسی منضبط چیز اور واضح دلیل نہیں بن سکتی کہ آپ اس کا کوئی معیار معاشرے یا قوم کے سامنے رکھ سکیں، اور پھر اس کو ایسے ضابطہ اور قانون کی شکل دے سکیں جن کی مخالفت کرنا یا ان کی مخالفت پر اکسانا کوئی قابل دست اندازی قانون جرم ہو۔

جب صورت حال یہ کہ غیر مسلموں کے پاس مذہب کے نام پر جو عقیدے یا رسم ورواج ہیں وہ انسان کی رہنمائی کے لیے نامکمل ہیں، اور ان کی اصلیت اور خالص ہونا (Originality and purity) اس درجہ مشکوک ہے کہ جو کرے وہی مذہب بن جاتا ہے، تو آپ اس کو اخلاق واقدار کی بنیاد نہیں بنا سکتے۔ اور جب آپ نے انسانی اخلاق واقدار کی تعیین میں خدا کی فیصلہ کن اور حاکمانہ حیثیت تسلیم نہیں کی تو دنیا کی خبیث ترین بداخلاقی اور فحاشی کو بھی روکنے کی کوئی ایسی واضح دلیل نہیں پاسکیں گے جس پر آپ بھی ہر حال میں مطمئن رہ سکیں۔...... اسلام کے علاوہ پوری دنیا کی تہذیبیں اصول اور فکری وعملی متعین بنیادوں سے خالی ہیں، کسی کے پاس اخلاق وتہذیب کے متعین اصول اور پیمانے نہیں، اور اسی لیے کسی کج طبعی، فطرت کے خلاف عمل اور بے حیائی واخلاق باختگی کو روکنے کے لئے اصول اور دلیل نہیں، اس لئے جب کسی بداخلاقی کے پرچارک کو اخلاقی اقدار کا حوالہ دیکر اس کو ان کا پابند بنانے کی کوشش کی گئی تو اس نے فوراً ان کو ڈھکوسلہ اور عہد قدیم کی نفسیاتی یا اجتماعی اُپج قرار دے کر پاؤں جھاڑ دیے۔

مغرب کی پوری تہذیب اسی انکار کی (اور گمراہی) کی کہانی ہے، مذہب محفوظ ہی نہیں تھا، وہ کیسے اخلاقی ضوابط دیتا، پولس نے اس کو الٹی چھری سے ذبح کر دیا تھا اس طرح کہ اس نے شریعت کی پابندی کو غیر ضروری قرار دے دیا تھا۔ اب تو اخلاقی ضابطے اور معاشرتی اصول ہی باقی نہیں رہے، پھر یورپ میں گمراہ فلسفیوں کا وہ خودرو جنگل اٹھا جس کے زہریلے پھلوں نے انسانی قدروں کا وجود ہی ختم کر دیا۔ ڈارون نے فلسفہ ارتقاء پیش کیا جس نے انسان کو محض ایک ترقی یافتہ جانور (بندر یا بن مانس) قرار دیا، جس نے مذہب، اخلاق، ضمیر اور اقدار خود گڑھ لیے ہیں ڈارون کا فلسفہ یورپ کے معاشرے پر ایسا حاوی ہوا کہ ہر پڑھا لکھا اس کی حمایت اپنا بنیادی فرض اور اس ''پیر مغاں'' کی عقیدت اپنے لئے ''ترقی درجات'' کا ذریعہ جانتا تھا۔ یہاں تک کہ عقیدت مندوں نے اس کو ایسا ''قطب اعظم'' قرار دیا کہ جس نے (معاذ اللہ) خدا کو بھی قتل کر ڈالا۔ "The man who killed the God" پھر ایڈلر، میکڈوگل، مارکس، میکاولی وغیرہ جیسے سیکڑوں فلسفیوں کی کھیپ کی کھیپ ہے جن کا حاصل جستجو وہی ہے کہ انسان دنیا کے دیگر حیوانات کی طرح ایک حیوان ہی ہے۔ پھر بدقسمت یورپ کے حصے میں فرائڈ جیسا خبیث فلسفی بھی آیا جس نے انسان کے سارے کاموں اور رجحانات کی بنیاد اس کا جنسی جذبہ ہی قرار دیا، پوری زندگی اسی کی سیرابی کے لئے وہ سرگرداں رہتا ہے، حتی کہ کھاتا اس لئے ہے کہ اس جذبے کی تسکین ہو، کماتا اسی کے لیے ہے، اور جب اس کو پوری تسکین نہیں ہوتی، اور سماج کا دباؤ یا اخلاق ومذہب کے ڈھکوسلے ایسا نہیں کرنے دیتے تو اس میں نفسیاتی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں یہاں تک کہ وہ پاگل ہو جاتا ہے۔ اس کے نزدیک بچہ بھی قضاء حاجت کرتا ہے تو اپنے جنسی جذبہ کی تسکین کے لئے کرتا ہے، اس بے چارے کی ذہنی غلاظت کا یہ عالم ہے کہ اس کے نزدیک ماں اور بچے کی محبت اسی جبلت جنسی کی دین ہے، وہ اسی جذبے سے ماں کا دودھ پیتا اور اپنا انگوٹھا چوستا ہے۔

ہمارا ملک بھی اپنی تہذیب وثقافت میں مغرب کا پیرو ہوتا جارہا ہے۔ ہماری یونیورسٹیوں اور کالجوں میں انہی فلسفیوں کی مان دان ہے، فرائڈ اور ایڈلر کو بڑے ماہر نفسیات کا درجہ دیا جاتا ہے، یہی پڑھا لکھا طبقہ سماج کی قیادت کرتا ہے، یہی میڈیا اور صحافت کا نظام چلاتا ہے۔ پوری قوم کے پڑھے لکھے طبقے کے ذہن میں اخلاقی اقدار کے بارے میں یہ خیال بیٹھ چکا ہے کہ یہ سماج کے اپنے بنائے ہوئے ہیں۔ اور جن کی دہائی دینا محض ڈھکوسلہ ہے۔ وہ علمی طور پر یہ یقین رکھتا ہے کہ اخلاق اور اقدار اضافی ہیں جو سماج کی اپنی رفتار کے ساتھ بدلتے چلے جاتے ہیں، لہٰذا یہ جو کچھ ہو رہا ہے گرچہ ماضی کے معاشرتی نظام سے ٹکراتا ہے مگر اپنے آپ میں کوئی برائی نہیں ہے، لہٰذا علم وعقل کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو روکنے کے بجائے اس عمل (Process) کو جاری رہنے دیا جائے، اور اپنے آپ کو اس سے ہم آہنگ کیا جائے۔

دراصل صحیح مذہب ہی ایسے متعین اخلاقی ضابطے ہمیں دے سکتا ہے جو کسی حال میں اور کسی سماجی تبدیلی سے متاثر نہ ہوں اور انسانی معاشروں کو گمراہی، انارکی اور فساد سے بچا سکیں۔

جہاں تک اہل ایمان کا تعلق ہے فطرت انسانی کے خلاف عالمی پیمانے پر چھڑی اس جنگ کو دیکھ کر ہر پل ہمارا اللہ کے دین پر اور اس کے متعین نظام اخلاق پر یقین بڑھتا جاتا ہے۔ پوری دنیا ریگستان میں بھٹکے ہوئے قافلہ کی طرح ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے، اور شیاطین اور مفسدوں کے پیچھے چل رہی ہے جہاں۔ گمراہوں کی ایک بڑی تعداد اپنے حال میں مست ہے، اور کسی ایسے عادی اینچی کی طرح جو اپنا گھر بگاڑ کر بھی بس نشہ میں ڈوبا ہی رہنا چاہتی ہے۔ اپنی شہوت رانیوں اور عیش کوشیوں کے لئے ہر تباہی اور بربادی کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہے، وہیں ایک خاصی تعداد اپنے معاشروں کی گندگی اور خباثت سے تنگ آگئی ہے، اس کو اندازہ ہے کہ اس گندگی نے پورے انسانی معاشرے کو ٹوٹ پھوٹ کا شکار بنادیا ہے، اور بار بار اس کی رشک آمیز نظر مسلم معاشروں پر پڑ رہی ہے، جہاں متعین اخلاقی ضابطے ہیں اور اخلاق واجتماع کی سرحدوں پر پہرے بیٹھے ہیں۔ اور حیرت کی بات ہے کہ اسلام عورتوں میں زیادہ تیزی سے مقبول ہو رہا ہے۔...... اس صورت حال کا سامنا کرنے کے لیے مغرب کے رہنما اپنے تہذیب واخلاق ہی کے ایکسپورٹ کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔ اور یہ فحاشی کی نمائش دراصل اسی مہم اور حملے کا حصہ ہے۔

اس دور میں اسلام پر استقامت کا بنیادی تقاضہ ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنی امت کو اس بے حیائی کے طوفان میں بہہ جانے سے بچانے کی بھرپور کوشش کی جائے، اور اس میں پوری قوت ارادی، دینی حمیت اور ہمت وحوصلے کا مظاہرہ کیا جائے۔ بے حیائی اور اخلاق باختگی کی اس عالمی دعوت کے سارے چھوٹے بڑے ذرائع سے چاہے وہ گندا لٹریچر ہو، فلمیں ہوں یا برہنگی اور بے حیائی کے دیگر مناظر ان سب سے احتراز کئے بغیر اپنے آپ کو اور نئی نسلوں کو اس فساد سے بچانے کی کوئی سبیل نہیں۔

<u>بے حیائی کا سیلاب اور اسلامی ہدایات</u> ہم لوگ جس زمانے میں جی رہے ہیں یہ اپنی بے حیائی اور اخلاق

باختگی کے اعتبار سے منفرد دور ہے۔ انسانی معاشروں میں پہلے بھی بے حیائی کا مرض پایا جاتا تھا۔ مگر وہ رہتا ایک مرض اور برائی ہی تھا۔ بے حیا مرد و عورت فحش کاری میں ملوث ہوتے تھے، ان کی تعداد کبھی کبھی بڑھ بھی جاتی تھی مگر بے حیائی کبھی عزت و شہرت کا ذر، یعہ اور سماجی رتبہ پانے کا وسیلہ نہیں ہو سکتی تھی اور نہ کبھی اس کو مستقل تہذیب اور کلچر کا مقام دیا گیا تھا۔...... مگر صدقے جائیے رسول امیؐ پر، آپ نے ایک عیسائی نو مسلم بادشاہ سے فرمایا تھا۔ بے شبہ عیسائی گم کردہ راہ ہیں، اور یہود خدا کی پھٹکار اور غضب کے شکار...... انہی عیسائیوں اور یہودیوں نے انسانیت کو ایسی گمراہیوں اور لعنتوں میں مبتلا کیا ہے کہ بے حیائی اور اخلاق باختگی ایک مستقل تہذیب و ثقافت بن چکی ہے، بلکہ اس کے فاتحانہ اقبال کے سامنے انسانی تہذیبیں سرنگوں ہیں۔...... آنحضرتؐ نے اپنی ایک حدیث میں اس کی تصریح بھی فرمائی تھی کہ میری امت پر میرے بعد جو فتنے اور آزمائشیں آئیں گی ان میں یہ جنسی بے راہ روی اور بے حیائی کا فتنہ سب سے خطرناک اور دین و ایمان کیلئے نقصان دہ ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا تھا " ماترکت بعدی فتنۃ ھی أضرَّ علی الرجال من النساء" (بخاری حدیث ۵۰۹۶) اب ہم آں حضرت کی پیشین گوئی کی سچائی کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور نہ جانے زمانے نے اپنی زنبیل میں کیا کیا آئندہ کیلئے چھپا رکھا ہے؟!

سوائے اہل اسلام کے دنیا میں کوئی گروہ اور کوئی جماعت اس بحرانی اور فساد کے دور میں اس بلاخیز سیلاب کے سامنے بند باندھنے یا کم از کم اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی فکر نہیں کر رہا۔ صرف اہل ایمان ہیں جن کو اللہ نے بصیرت دی ہے اور ہدایت بخشی ہے اور جو اس فتنہ کی دنیا میں تباہی اور آخرت میں اس کے ہولناک نتائج کو سمجھتے ہیں۔

مگر انسان کے لیے اس کے صنفی میلانات بڑی کمزوری ہیں، جن کے جال میں شیطانوں کے لیے اس کو گرفتار کرنا بڑا آسان رہا ہے، مزید برآں اس وقت تو فحاشی و اخلاق سوزی، اور عریانیت و تجبہ گری نے عالمگیر فیشن اور وقت کے سب سے رائج تہذیب و کلچر کا مقام پالیا ہے، جس کی تبلیغ و ترویج دنیا کا سب سے سرگرمی کے ساتھ ادا کیا جانے والا مشن بن چکا ہے، ترقی یافتہ ممالک کی تعلیم، ثقافت، کلچر، ذرائع ابلاغ، فن اور آرٹ کا مرکزی نقطہ یہی گندگی ہی تو ہے۔ اسکولوں میں اسی کا کلچر ہے، یونیورسٹیوں میں اسی کا چلن ہے، دانش گاہوں میں اسی کا فلسفہ پڑھایا جاتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کا ہر منظر، اخباروں کا ہر صفحہ اپنے بین السطور میں اسی بھڑ کیلے اور ہیجان انگیز مشن کا خادم ہے۔ خود غرض اور پیسہ کی پجاری کمپنیاں بھی اسی آگ سے اپنی تجارت گرم کرنے میں کیوں نہ ایک دوسرے پر سبقت لینے کی کوشش کرتیں۔؟!

ہم تو ایک غیر مسلم اکثریت کے ملک میں رہتے ہیں، خود مسلم معاشروں میں بھی یہ سیلاب یا تو دیواروں کو توڑ کر گھروں میں داخل ہو چکا ہے، یا پھر دیواروں سے ٹکر مار رہا ہے۔ اس صورت حال نے اہل ایمان کیلئے بھی اپنے اخلاقی اصولوں اور دینی احکام کی پابندی اور ان پر استقامت کو بڑا مشکل بنا دیا ہے۔ جب کوئی برائی بہت عام ہو جاتی ہے تو دلوں میں اس کی شناعت بھی کم ہو جاتی ہے۔ اس مسئلہ میں بھی یہی ہو رہا ہے۔ اس لیے بڑی ضرورت اس بات کی پیدا

ہوگئی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے اس سلسلے میں جو ہدایات دی ہیں ان کی یاد دہانی کی جائے اور اپنے طرز عمل کو اس کے معیار پر رکھا جائے۔

(۱) اس سلسلے میں دین فطرت کی سب سے پہلی اور بنیادی تعلیم حیا ہے۔ انسان کی فطرت میں اللہ نے گندی برائیوں سے شرم اور ان سے دور رہنے کا ایک فطری جذبہ رکھا ہے۔ زمانہ اور ماحول کے فاسد اثرات اس فطری حاسہ کو ختم کر رہے ہیں۔ اس کو جلا دیتے رہنے کی ضرورت ہے۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے: لکل دین خلق و خلق الاسلام الحیاء. (مؤطأ حدیث ۱۴۰۶) ''ہر دین کا کوئی خاص اخلاقی امتیاز ہوتا ہے۔ اسلام کا اصل امتیازی اخلاق حیا ہے۔''

(۲) اسی سلسلہ میں وہ احکام بھی آتے ہیں جو لباس کے سلسلے میں مردوں اور عورتوں کو دیے گئے ہیں۔ مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی شرم گاہوں اور رانوں کو ڈھک کر رکھیں۔ اور عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ سوائے اپنے شوہر کے سب کے سامنے اپنے چہرے اور ہاتھ (پاؤں) کے علاوہ پورے جسم کو ڈھک کر رہیں۔ قریبی رشتہ داروں کے سامنے چہرے اور ہاتھ پاؤں کو کھولا جا سکتا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا آنحضرتؐ کی سالی تھیں ایک مرتبہ آپؐ کے پاس آئیں اس حال میں کہ جسم پر کچھ باریک کپڑے تھے۔ آپؐ نے نظر پھیر لی اور فرمایا: اسماء عورت جب سن بلوغ کو پہنچ جائے تو درست نہیں کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے سوائے چہرے اور ہاتھوں کے (ابوداؤد)۔

عورتوں کے لباس کا ایک اہم حکم اوڑھنی یعنی دوپٹہ بھی ہے۔ سورۂ نور میں عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں (اور سینوں) پر ڈالے رکھیں۔ عورتوں کی حیادار اوڑھنی اور دوپٹہ اسلامی کلچر اور معاشرت کا لازمی حصہ ہے، اور اس کا اس میں بنیادی مقام ہے جس کی پابندی ضروری ہے۔ آنحضرتؐ نے عورتوں کے لباس کے بارے میں سخت تاکید فرمائی ہے کہ وہ ہر طرح مکمل ساتر ہو، اور ہر قسم کے بھڑکیلے پن سے خالی ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ میری امت میں ایسی عورتیں ہوں گی جو کہنے کو تو کپڑے پہنیں گی مگر حقیقتاً (حیا اور ستر کے نقطۂ نظر سے) وہ ننگی ہوں گی، مٹک مٹک کر چل کر لوگوں کے حیوانی جذبات کو بھڑکاتی ہوں گی۔ یہ جنت میں نہیں جا سکتیں جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکتیں۔ (صحیح مسلم حدیث ۲۱۲۸)

(۳) عورتوں کا ہر بھڑکیلی بات سے پرہیز شریعت کا ایسا اہم مقصد ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے عورتوں کو تیز خوشبو تک سے بچنے کا حکم دیا ہے (سنن ترمذی)، اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ اگر آواز والے زیور (گھنگرو) پہنیں تو خیال رکھیں مردوں کو آواز نہ جائے (سورہ النور)۔ اسی طرح اگرچہ نرم گفتگو اور میٹھی زبان بولنا اسلام میں ایک اہم اخلاقی نیکی ہے لیکن اسکے باوجود عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ خیال رکھیں ان کا انداز کچھ ایسا نہ ہو کہ کسی دل کے روگی کو موقع مل سکے (سورہ الاحزاب)۔ اسی سلسلے کا ایک حکم یہ ہے کہ مرد عورتوں کا لباس نہ پہنیں اور عورتیں مردوں کا لباس نہ پہنیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضورؐ نے اس مرد پر لعنت فرمائی جو عورتوں کے سے کپڑے پہنے اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو

مردوں کے سے کپڑے پہنے (سنن ابی داؤد)۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو مرد عورتوں کی سی ہیئت اور چال ڈھال اختیار کرے اس پر لعنت ہو، اور جو عورت مردوں کی سی ہیئت اور چال ڈھال اختیار کرے اس پر لعنت ہو (بخاری)۔

ہمیشہ سے مہذب انسانی معاشروں نے مرد و عورت کی معاشرت خصوصاً لباس کیلئے، جدا جدا انداز طے کر رکھے تھے، سوائے جنگلی قبائل میں وحشیانہ زندگی گذارنے والوں کے ہر جگہ یہ اصول کارفرما تھا۔ یہ تو مغرب کی جدید جاہلیت ہے جس نے عورت بے چاری کو مردوں کے لباس دے دیے، اور پھر وہ بھی چھین لیے۔ بہرحال ہمیں تو اللہ اور اس رسول کی ہدایات اور احکام کی پابندی کرنی چاہئے۔

بے حیائی کا جو سیلاب آیا ہوا ہے، اس سے ہمارے اچھے اچھے دینی مزاج رکھنے والے گھروں میں نوجوان بچیوں کو جسم کی نمائش کا شوق فیشن کے نام پر لگ گیا ہے۔ بانہوں اور گریبانوں کی ناجائز نمائش کو تو بالکل ہی روا سمجھ لیا گیا ہے، حتی کہ گھروں کے بڑے اور ذمہ دار تک ان چیزوں پر روک ٹوک نہیں کرتے۔ گھر کے بڑوں اور سمجھ اور عقل رکھنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ یہ نمائش اور جسم کا کھولنا کس جذبے کے تحت کیا جا رہا ہے؟ اس کا سوائے اس کے اور کیا سبب ہے کہ فساد زمانہ نے ہماری بہنوں اور بیٹیوں کے دلوں میں یہ بات بٹھا دی ہے کہ ان کی عزت صرف جسم کی نمائش اور ''ذواقین'' اور دل کے روگیوں کے لیے سامان لذت بننے میں ہے۔ اللہ اور رسول پر ایمان رکھنے والے ہر مسلمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ دینی احکام ''حدود اللہ'' یعنی اللہ کے بیان کردہ اور لازم کیے ہوئے اصول ہیں، جن کے بارے میں ڈھیل برتنا سخت قابل مواخذہ گناہ ہے۔

(۴)　معاشرے میں عفت و پاکدامنی کے جوہر کی حفاظت کے لئے یہ بھی اصول طے کیا گیا کہ اجنبی مرد و عورت (یعنی جو خاص محرم نہیں ہیں) کبھی تنہائی میں یکجا نہ ہوں۔ آں حضرتؐ نے تاکیدی حکم دیا کہ تم میں سے کوئی مرد کسی عورت سے تنہائی میں نہ ملے الا یہ کہ کوئی محرم ساتھ میں ہو (صحیح بخاری)۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے احکام بڑے تاکیدی ہیں۔ ہمارے گھروں میں ایمان و اسلام کی کمزوری کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو تنہا چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس کے خطرناک نتائج کا خیال نہیں رکھا جاتا۔

(۵)　اور اس سلسلے کا ایک نہایت اہم حکم یہ دیا گیا کہ مرد اور عورتیں دونوں اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں۔ سورہ نور میں ارشاد ہوتا ہے۔ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم، ذلک اذکیٰ لھم، اِنّ اللّٰہ خبیر بما یصنعون۔ وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن (النور-۳۰-۳۱) (ترجمہ) ''اے محمد کہہ دو ایمان والوں سے، اپنی نگاہوں کو (غیر عورتوں کی دید سے) باز رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاک رہنے کا طریقہ ہے۔ اللہ ان کے ہر عمل سے با

خبر ہے۔ اور ایمان والیوں سے کہہ دو اپنی نگاہوں کو (غیر مردوں کے دیکھنے سے) روکے رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔"

اس سلسلے میں مردوں کو آں حضرتؐ نے زیادہ تاکیدی احکام دیے ہیں۔ ان کو حکم دیا ہے کہ راستوں اور دوسری جگہوں پر اگر اللہ کا خوف ہے تو اپنی نگاہوں پر ایمان وتقوی کے پہرے بٹھلائے رکھیں۔ اچانک نظر پڑ جائے تو فوراً نظر پھیر لیں (بخاری)۔ ساتھ ہی عورتوں کو بھی ہدایت دی گئی ہے کہ غیر مردوں کو بے ضرورت نہ دیکھا کریں۔

ہمارے اس زمانے مین تصویروں، ٹی وی اور فلموں نے اس فتنہ کی حشر سامانی بہت بڑھا دی ہے۔ ہر سڑک اور گلی میں، ہر ٹی وی، ہر اخبار، ہر پوسٹر اور بورڈ پر دل رُبا تصویروں اور فحش مناظر کی نمائش ہے۔ یہ سب شیطان کے تیر ہیں۔ اور ان سے صرف تقویٰ واحتیاط کی ڈھال کے ذریعہ ہی بچا جا سکتا ہے......

جن علماء اور اہل اللہ کی گناہوں کے اثرات ونتائج پر نظر ہے وہ بدنگاہی کو ایمان و دین کے لئے بڑا خطرناک قرار دیتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے طاعت کا نور جاتا رہتا ہے، اور دل پر اللہ سے دوری کی کیفیت چھا جاتی ہے، دل اللہ کی حفاظت اور نگہداشت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور شیاطین کا اس پر تسلط آسان ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے لئے نیکی اور پاکیزگی کے کام مشکل اور گناہ آسان کر دیے جاتے ہیں، اور اس کا برائی ہی کی طرف رجحان ومیلان ہو جاتا ہے۔ اللہ ہم سب کو محفوظ رکھے۔

(۶)　اور اس سلسلے کا تکمیلی حکم پردہ کا دیا گیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ایمان والی عورتیں بے ضرورت گھروں سے نہ نکلا کریں۔ اور جب نکلیں تو ایسا ساتر لباس ہو جس سے جسم کا زیادہ سے زیادہ حصہ ڈھکا رہے۔۔ بس ضرورت ہی کے بقدر کھل سکے۔ قرآن وسنت نے اس کو ایمان اور شرافت وحیا کا تقاضہ بتلایا ہے (اس سلسلے کے احکام سورۂ احزاب اور سورۂ نور میں آئے ہیں)۔

دین کے یہ احکام اسلامی معاشرت کے اہم اصول ہیں۔ دین کے دوسرے احکام کی طرح جس میں جتنا ایمان اور تقویٰ ہے وہ ان کی اتنی ہی پابندی کرتا ہے۔ ان احکام پر عمل کرنا اور خاص طور پر ایسے زمانے میں جب ان پر عمل مشکل ہو رہا ہے، یقیناً اللہ کو بہت راضی کرنے والا، ایمان کو بڑھانے والا، اور موجب اجر وثواب ہے۔ ہر ایمان والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود بھی انکی پابندی کرے اور اپنے گھر میں اور اپنے حلقہ اثر میں اسکی ترویج وبقا کی کوشش کرے

اس زمانے میں کفر کی داعی اعظم مغربی تہذیب کی طرف جھکاؤ کی پہلی علامت جو ایمان کی کمزوری کے شکار لوگوں پر ظاہر ہوتی ہے، وہ ان ہی اصولوں پر سمجھوتے اور مداہنت کی شکل میں ہوتی ہے۔ اس طرح ان احکام کی پابندی محض خدا اور رسول کی اطاعت نہیں ہے (اگر چہ یہی کچھ کم شرف وخوش بختی نہیں ہے کہ اللہ ورسول کے احکام کی بجا آوری ہو جائے) مگر ان احکام کی پابندی ایک طرح سے اسلام پر یقین واعتماد، دین پر استقامت اور کفر وملتِ کفر سے بغاوت وبے زاری کا اعلان بھی ہے۔ اور یہ چیز اللہ کو بے انتہا محبوب اور اس کی نظر میں بڑا مرتبہ رکھتی ہے۔